حُبُّ الوطنی کے تقاضے

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

قیام پاکستان بیسویں صدی کا ایک تابناک کارنامہ اور تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔انگریز سامراج اور ہندو رام راج سے نجات پا کر ہمیں آزادی کی جو نعمت عظمیٰ میسر آئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم خدا کے حضور میں شکر گزار ہونے کے بعد اتحاد و اتفاق اور محنت کے جذبے کے ساتھ اس سرزمین کی ترقی وخوشحالی کے لئے کوشاں ہوں۔ دنیا کی تمام قومیں بالخصوص وہ قومیں جنہوں نے ''غلامی'' دیکھی ہو آزادی کی قدر و قیمت اور جذبہ ''حب الوطنی'' کے تقاضوں سے بخوبی باخبر ہیں۔ وطن سے محبت فطری تقاضا ہے لیکن مسلمان کے لئے اس محبت کے شرعی تقاضے بھی موجود ہیں۔ ہمیں ہادی برحق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، طرزِ عمل اور اسوۂ حسنہ سے جہاں اور بہت سے شاندار اوصاف وخصائص ملے ہیں وہاں ''حب وطن'' کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کی سنت ہونے کا سبق بھی ملا ہے۔ کفار مکہ کی ایذاء رسانیاں جب انتہا کو پہنچ گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ شانہٗ کے حکم سے مکۃ المکرمہ کو چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تو روانگی سے پہلے مکۃ المکرمہ شہر پر ایک حسرت ناک نظر ڈال کر فرمایا...... ما اطیبك من بلد و أحبك الی ولولا أن قومی اخرجونی منك ما سکنت غیرك ترجمہ: ''تو کتنا پاکیزہ شہر ہے اور مجھے کس قدر محبوب ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تجھے چھوڑ کر دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کرتا۔''

ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں سکونت اختیار فرمالی اور وطن کے طور پر اسے اپنا لیا تو یہی محبت مدینہ منورہ کے ساتھ بھی ہوگئی۔ فرمایا:...... ''اے اللہ! مدینہ منورہ کی محبت کو ہمارے دِلوں میں فرزوں تر فرما! مکہ معظمہ سے بھی زیادہ۔'' ایک اور جگہ فرمایا:...... ''یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو وہیں مدفون کرواتے ہیں جو جگہ اسے زیادہ پیاری ہو اور

مجھے مدینہ منورہ کی زمین سے بے پناہ محبت ہے اور اس محبت کو میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے وطن کی محبت واضح ہوتی ہے۔ درحقیقت وطن سے محبت ایک فطری اور طبعی تقاضا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے علاوہ بھی تمام مخلوقات میں یہ جذبہ موجزن ہے۔ وحشی درندے بھی اپنے علاقے اور رہائش سے مانوس ہوتے ہیں اور خطرے کے وقت یا شام کو اپنے ٹھکانوں ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، وہ اپنے گھر اور وطن سے طبعی محبت کے علاوہ ان تقاضوں کو بھی سمجھتا ہے جو مادرِ وطن کے اپنی اولاد پر عائد ہوتے ہیں۔

محبت کا مطلب اپنی ذات کو بھلا دینا ہے، اس لئے حب الوطنی سے مراد وطن کے مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جو اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو نہیں چاہتا کہ اس کے وطن پر کوئی آفت آئے، وہ اس سرزمین سے پیار و محبت کرتا ہے جس کے جسم میں اس کے آباء و اجداد کی محنت نے زندگی کی لہر دوڑائی، اسے تہذیب و تمدن سے سجایا، گلشن آزادی کو کئی بار خون سے سینچا۔

ایک مسلمان کا اپنے وطن سے محبت کرنا صرف ایک طبعی چیز نہیں بلکہ اسلامی مملکت ہونے کی وجہ سے اس کی حفاظت و نصرت اس کے دین و ایمان کا تقاضا ہے، یہی وجہ ہے کہ وطن کی محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا جاتا ہے۔

اہل پاکستان کے لئے مقامات مقدسہ کے بعد کوئی سرزمین سب سے زیادہ قابل احترام ہو سکتی ہے تو وہ سرزمین پاکستان ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم نے آزادی کی نعمت آگ و خون کے سمندر سے گزر کر اور لاکھوں قیمتی جانیں قربان کر کے حاصل کی ہے۔ آزادی کا یہ حصول بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے لیکن اس سے بھی اہم تر "آزادی" کی حفاظت اور استحکام ہے۔ پاکستان نہ صرف اس خطہ کے مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے بلکہ پورے عالم اسلام کا قوی بازو اور چٹان ہے۔ نیوکلیئر پاور بننے کے بعد تمام عالم اسلام کے مظلوم و ستم رسیدہ مسلمانوں کی نگاہیں پاکستان کی طرف اٹھتی ہیں۔ وہ اسے اسلام کا قلعہ اور اپنا سہارا سمجھتے ہیں اس لئے اس کی بقاء و تحفظ اور استحکام کے لئے جدوجہد کرنا ہر پاکستانی کا قومی، اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔ خاکِ وطن نے ہمیں ہر طرح سے عزت بخشی، قدرت نے ہمیں ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک وطن سے محبت کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ آج بھی وطن عزیز میں علاقائی، نسلی اور لسانی بنیادوں پر قوم کو تقسیم کرنے، سیاست چمکانے اور مفادات سمیٹنے والے سیاستدان موجود ہیں۔ اس ملک نے انہیں ہر طرح سے عزت دی لیکن وہ جس شاخ پر بیٹھے ہیں اسی کو کاٹنے میں مشغول ہیں۔ کتنی ہی

قیمتی جانیں ان لسانی، علاقائی اور نسلی اختلافات کی بھینٹ چڑھ گئیں حالانکہ یہ واضح ہے کہ اگر ہم پنجابی، سندھی، بلوچ اور پٹھان ہونے کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں شامل ہوتے تو کبھی بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتے۔ اسی اتحاد کا ثمر ہے کہ آج ہم آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں اور آزادی جیسے لازوال عطیہ خداوندی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اس نعمت کا تقاضا ہے کہ ہم زبان، رنگ اور نسل کے اختلافات کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے محنت، خلوص، صداقت اور لگن سے پاکستان کے دفاع اور اسے ناقابل تسخیر بنانے کا قومی و شرعی فریضہ ادا کریں۔

انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کی محبت کے تقاضے پورے کرتا ہے، وطن کی سرزمین جہاں ہم پیدا ہوئے ہیں اس سے ہمیں قدرتی لگاؤ ہو جاتا ہے۔ محبت ہو جاتی ہے، ہم وطن کی آزاد فضاؤں میں کمال آزادی کے ساتھ جوان ہوتے ہیں، اس کی زمینوں کی پیداوار کھا کر پلتے ہیں، اس کے دریاؤں اور نہروں سے مستفید ہوتے ہیں، اس کے درختوں کے پھل کھاتے ہیں اور ان کی گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر آرام کرتے ہیں، اس کی پیدا کردہ سبزیاں کھاتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں۔ اسی زمین پر ہم گھومتے ہیں، سیر و سیاحت کرتے ہیں، روزی حاصل کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس سرزمین کے کچھ حقوق بھی ہمارے ذمہ واجب ہیں۔ وہ سرزمین جو ہمیں فوائد پہنچاتی ہے کچھ ہم سے تقاضا بھی کرتی ہے، ان تقاضوں کو پورا کرنا اور ان حقوق کو ادا کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ وطن سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اس کی صحیح معنوں میں خدمت کریں۔ ہم جہاں اور جس حیثیت سے دن گزار رہے ہیں دیانت وخلوص سے کام کریں، محنت اور مستقل مزاجی کو اپنا شعار بنائیں۔ ایک طالب علم محنت سے دل لگا کر پڑھتا ہے اور پڑھ کر وطن کے لئے مفید ثابت ہونے کا عزم رکھتا ہے تو وہ وطن کی محبت کے مفہوم سے آشنا ہے، اگر ایک افسر دیانت وخلوص سے کام کر کے وطن کی خدمت میں مصروف ہے، ایک عام ملازم دیانتداری اور محنت کو اختیار کر کے اتنی ہی خدمت کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے، کسان پوری محنت کر کے زمینوں کے سینے چیر کر اس سے وطن کے رہنے والوں کے لئے زیادہ سے زیادہ غلہ اُگانے کی کوشش کر رہا ہے تو یہ سب محبِّ وطن ہیں۔ ایک مزدور جو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے محنت مزدوری کرتا ہے اگر خون پسینہ ایک کر کے کام کرتا ہے تو اس کی یہ محنت وطن کی خدمت ہے۔

غرض کسی بھی رنگ میں ہم محنت و دیانت سے کام کریں تو وطن کی محبت کا تقاضا پورا کرتے ہیں۔ جس آزادی اور وطن کی بدولت ہمیں بے بہا نعمتیں اور عزتیں حاصل ہوئیں اس کی قدر نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف سازشوں کا حصہ بننا انتہائی درجے کی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔ اس ناشکری کی سزا ہمیں ۱۹۷۱ء میں اپنے ایک بازو کے کٹ جانے کی

صورت میں مل چکی ہے۔ جولوگ اپنے مفادات کو پاکستان کے مفادات پر ترجیح دیتے ہیں وہ پاکستان کی بنیادوں پر تیشہ زنی کے مرتکب ہو رہے ہیں، اس طرح کے افراد، گروہوں، گروپوں اور تنظیموں کی حوصلہ شکنی اور ان سے نجات حاصل کرنا ہر محب وطن شہری کا قومی فرض ہے۔ وطن سے ہماری محبت اور اس کے تقاضوں پر عمل تمام مصلحتوں اور مفادات سے بالاتر دارالسلام وطن کے ناموس وتحفظ کے لئے ہمیں جان بھی دینی پڑے تو گریز نہیں کریں گے کہ یہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا حاصل ہے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی میں وطن اور اہل وطن سے محبت کا اسوۂ حسنہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے وطن سے محبت اور اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

☆☆☆

حفظ قرآن کے سنہری اصول

پہلا اصول...... اخلاص نیت واجب ہے

دوسرا اصول...... اخلاص کے بعد قرآنی الفاظ کی درستگی کرنا بہت ضروری ہے

تیسرا اصول...... قرآن مجید یاد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنے والا جتنا یاد کر سکتا ہے اس کی ایک حد بندی کرے، آیات اور صفحات کے اعتبار سے۔

چوتھا اصول...... قرآن مجید یاد کرنے والا مقررہ سبق کے ساتھ پچھلا سبق بھی دہرائے تا کہ اسے ازبر ہو جائے۔

پانچواں اصول...... حفظ کرنے والا اس بات کو طے کرے کہ اس نے کون سا مطبوعہ (چھپے ہوئے) قرآن مجید سے پڑھنا ہے، طے کرنے کے بعد اسی مطبوعے سے ہمیشہ پڑھے کیونکہ اس سے سورتوں اور آیتوں کو ذہن میں رکھنا آسان ہوگا۔

چھٹا اصول...... حفظ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جن آیات اور سورتوں کو یاد کرنا چاہتا ہے انہیں پہلے سمجھ بھی لے۔

ساتواں اصول...... حفظ کرنے والا اگلی سورت کو تب تک شروع نہ کرے جب تک کہ پچھلی سورت کو اچھی طرح یاد نہ کر لے، پچھلی سورت یاد کرنے کے بعد اگلی سورت یاد کرلے، پھر دونوں کو ملا کر پڑھے۔

آٹھواں اصول...... حفظ کرنے والے کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ وہ محض پڑھنے اور یاد کرنے پر اکتفا کرے بلکہ وہ کسی اچھا پڑھنے والے سے ہمیشہ سننے کی بھی کوشش کرے۔

نواں اصول...... حفظ کرنے والے کے لیے یہ بات از حد ضروری ہے کہ وہ مسلسل یاد کرتا رہے کیونکہ قرآن مجید اشعار اور یاد کیے ہوئے نثری کالم سے مختلف ہے، نہ پڑھنے سے بھول جاتا ہے

دسواں اصول...... قرآن مجید میں دو ہزار کے قریب آیات متشابہات پائی جاتی ہیں ایک آدھ حرف کے علاوہ قریباً ملتی جلتی آیات ہوتی ہیں اس لیے حفظ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ آیات متشابہات کا خاص خیال رکھے۔